غزوہ بنو قریظہ کا تاریخی و تحلیلی جائزہ

Historical & Analytical Review of the Battle of *Banu Qurayzah*

Dr. Muhammad Afzal
(Ex. Asst. Prof. IPFP)
E-mail: dr.muhammdafzalkarimi@gmail.com

Wajid Ali
(Ph.D. Research Scholar, Islamic Learning Dept. KU)
E-mail: w.wajidi@yahoo.com

Abstract

After the establishment of the Islamic State at Medina, the Holy Prophet made agreements with several Jewish groups. Banu Qurayzah was one of them. In this case, all adult Jewish men were punished for their betrayal. Sentenced to death. Historically, skepticism has been expressed over the various dimensions of the incident, with significant differences over the actual number of victims. This article provides a historical and research overview of the event, with scholarly efforts being made to determine the overall direction of the event by researching various historical events, references and researchers' theories.

Keywords: *Banu Qurayzah*, *Ghazwa*, History, *Sirah*.

خلاصہ

مدینہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے بعد پیغمبر گرامی اسلام ﷺ نے کئی یہودی گروہوں سے معاہدے کیے۔ ابتدائی طور پر آپ ﷺ نے مدینے کے چھوٹے یہودی گروہوں سے تعلقات استوار کیے، اس کے بعد مدینہ میں موجود تین بااثر یہودی گروہوں سے معاہدہ کیا، بنو قریظہ بھی ان میں سے ایک تھا غزوہ بنو غریظہ میں تمام بالغ یہودی مردوں کو ان کی خیانت کی سزا کے طور پر موت کی سزا سنائی گئی۔ تاریخی اعتبار سے اس واقعے کے مختلف ابعاد پر شکوک وشبہات کا اظہار کیا جارہا ہے جن میں مقتولین کی اصل تعداد کے حوالے سے نمایاں اختلاف موجود ہے۔ اس مقالے میں اس واقعے کا تاریخی اور تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے جس میں مختلف تاریخی واقعات، حوالہ جات اور محققین کے نظریات کا تحقیقی جائزہ لے کے اس واقعے کی ہمہ جہت درست سمت کے تعین میں علمی کوششوں کو بروئے کار لایا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: بنو قریظہ، غزوہ، تاریخ، سیرت۔

مقدمہ

مدینہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت کے بعد یہ شہر مسلمانوں کی دینی سرگرمیوں کی انجام دہی کے لئے نیا مرکز بن گیا۔ پیغمبر گرامی اسلام ﷺ نے مدینہ کی جانب ہجرت کے بعد اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لایا جس کے سائے تلے مسلمانوں کو ایک آزاد شہری کے عنوان سے زندگی بسر کرنے کا موقع میسر آگیا۔ اسلامی ریاست کی تشکیل کے بعد آپ ﷺ نے جہاں مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نظم وانضباط قائم کرنے کے لئے راہنما اصول متعین فرمائے وہاں اس نئی تشکیل شدہ اسلامی ریاست کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے بچانے کے لئے مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ بھی بقائے باہمی کے اصول کے تحت معاہدے قائم کیے۔[1]

مدینہ میں مسلمانوں کے علاوہ مشرکین اور یہودیوں کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی چھوٹے بڑے قبیلے تھے جن میں سے بنی قینقاع، بنو نظیر اور بنو قریظہ سب سے طاقت ور اور اثر رسوخ کے حامل قبائل شمار ہوتے تھے۔ آپ نے میثاق مدینہ کے ضمن میں چھوٹے یہودی قبائل کے ساتھ معاہدہ امن انجام دینے بعد ان تین قبائل کے ساتھ الگ معاہدہ کیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو بھی ان کی طاقت اور اثر رسوخ کا اندازہ تھا اسی لیے ان کے امکان خطرے کو ٹالنے کے لئے ان سے الگ معاہدہ کیا۔ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی قریظہ کا یہودی قبیلہ حضرت موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارونؑ کی نسل سے تھا۔ یہودیوں کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بارے میں مختلف نظریات ہیں بعض کا کہنا ہے کہ رومیوں کی جانب سے سرزمین فلسطین سے اخراج کے بعد مدینہ میں آکے آباد ہوئے تھے اوس وخزرج سے پہلے مدینہ میں حاکم شمار ہوتے تھے۔[2]

جب یمن میں یہودی بادشاہ، حبشہ کے عیسائیوں کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہوا تو مدینہ میں بھی ان کی شان وحشمت میں کمی آئی بلآخر قبیلہ خزرج کے ساتھ ایک لڑائی میں ان کے سردار کی ہلاکت کے بعد مدینہ میں خزرج کا سکہ چلنے لگا۔ جہاں تک بنی قریظہ کا تعلق ہے یہ قبیلہ مدینہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے زمانے تک یہ مدینہ کے باہر قلعوں میں آباد تھا۔ تعداد کے اعتبار سے یہ قبیلہ بنی قینقاع اور بنی نظیر کی نسبت بڑا قبیلہ شمار ہوتا تھا اور زیادہ تر اس قبیلے لوگ کاشتکاری سے وابستہ تھے۔ دوسرے یہودی قبائل کی نسبت اس قبیلے نے رسول اکرم ﷺ سے کیا گیا معاہدہ توڑنے میں سب سے اخر میں اقدام کیا، یہی وجہ تھی مسلمانوں نے بھی ان اس معاہدے کی پاسداری کی۔ پانچ ہجری کو ایک سخت مرحلے میں جب مسلمان جنگ احزاب کے لئے مدینہ سے باہر تھے، اس قبیلے نے بھی اپنے ہم فکر دوسرے قبیلوں کی طرح مسلمانوں کو زک پہنچانے کا منصوبہ بنایا۔ یہ ایسا خطرناک منصوبہ تھا کہ اگر وہ اس میں کامیاب ہوتے تو مسلمانوں کو سخت نقصان سے دوچار ہونے کا امکان تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ احزاب کے فورا بعد ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فورا حکم ہوا۔ اس کی وجوہات

کے بارے میں مورخین کا کہنا ہے کہ بنی نضیر کے مدینہ سے اخراج کے بعد حیی ابن اخطب مکہ گئے تاکہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف اکساکے دوبارہ جنگ کرنے کے لئے آمادہ کرسکے، وہ اس مہم میں کامیاب بھی ہو گئے اور ایک کثیر لشکر کے ساتھ جس میں قریش کے علاوہ اور بھی قبیلے تھے مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔اسی لیے اس جنگ کا نام قرآن اور تاریخ کی کتابوں میں احزاب کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

حیی ابن اخطب نے ابوسفیان کو یقین دلایا تھا کہ وہ بنی قریظہ کے یہودیوں کی حمایت بھی حاصل کرینگے اسی بنا پر راستے میں قریش سے الگ ہو کر مدینہ گیا تاکہ بنی قریظہ کو بھی اس جنگ کے لئے آمادہ کرسکے اس نے بنی قریظہ کے محلے میں غزال بن سموال سے ملاقات کی اور ان سے کہنے لگا کہ میں یہاں اس لیے آیا ہوں تاکہ تمہیں محمد ﷺ سے نجات دلاؤں، غزال نے جواب دیا کہ خدا کی قسم تم نے ہمارے لئے بدبختی کا سامان فراہم کردیا۔ حیی ابن اخطب، کعب ابن اسد کے گھر روانہ ہوگئے چونکہ کعب نے مسلمانوں اور بنی قریظہ کے درمیان معاہدے پر دستخط کیا تھا وہ اس معاہدے کے ضامن تھا اسی بنا پر کعب نے اسے گھر کے اندر داخل ہونے نہیں دیا اور کہنے لگا کہ میرا اس شخص سے کوئی واسطہ نہیں ہے جس نے اپنی قوم کی تباہی کا سامان فراہم کر رہا ہے، میرے سامنے سے ہٹ جاؤ، مگر حیی بن اخطب کھڑا رہا کعب نے کہا ہمارا محمد ﷺ کے ساتھ معاہدہ ہے ان سے صداقت کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا ہے اور اس نے پیمان شکنی بھی نہیں کی ہے اور ہمارے لئے ایک اچھے ہمسایے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حیی ابن اخطب کہنے لگے تم پر وای ہو میں تمہارے لئے ہمیشہ کے لئے عزت لے کے آیا ہوں قریش، بنی غطفان اور بنی کنانہ کے دس ہزار افراد اپنے بزرگوں کے ہمراہ ایک ہزار گھوڑے اور اونٹ اور ڈھیر سارے اسلحہ کے ہمراہ یہ معاہدہ کرچکے ہیں کہ جب تک محمد ﷺ کو شکست نہیں دیں گے اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے۔

حیی ابن اخطب کے مسلسل دباؤکے بعد کعب ابن اسد کہنے لگا کہ اس بار واپس جاؤتاکہ میں اپنی قوم سے اس بارے میں مشورہ کرسکوں۔ حیی ابن اخطب نے کہا تمہاری قوم نے اپنے معاملات تمہیں سونپ دئے ہیں اور تم ہی فیصلہ کرسکتے ہو۔ حیی ابن اخطب کے حد سے زیادہ اصرار کے بعد کعب نے کہا تمہاری تجویز کو قبول کرتا ہوں مگر مجھے محمد ﷺ کے بچ جانے سے ڈر ہے اس وقت قریش بھی اپنے وطن لوٹ جائیں گے اور تم بھی اپنے گھر لوٹ جاؤ گے اور میں اپنے ساتھیوں سمیت مارا جاؤں گا۔ کعب نے کہا میں تورات سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر محمد ﷺ قتل نہ ہوئے تو میں تمہارے ساتھ قلعے میں رہوں گا جو تمہارے ساتھ ہوگا میں بھی بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ جس کے بعد کعب ابن اسد نے مسلمانوں کے ساتھ قائم معاہدے کو توڑ دیا اور حیی ابن اخطب نے معاہدے کے متن کو بھی پارہ پارہ کردیا تاکہ اسے مسلمانوں کے ساتھ جنگ ہونے کے بارے میں اطمنان حاصل ہو جائے۔ جب کعب اپنے گھر سے باہر نکل کر باہر جمع لوگوں کے سامنے معاہدے کو توڑنے کا اعلان کیا تو بنی قریظہ کے ایک اور

بزرگ زبیر ابن سباطا نے کہا یہود نابود ہو گئے چونکہ قریش اور بنی غطفان واپس اپنی وطن لوٹ جائیں گے اور ہم اکیلے محمد ﷺ کے ساتھ مقابلے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں۔ زبیر کی طرح دوسرے قرظی بزرگوں نے اپنی مخالفت کا اظہار کیا جس کے بعد کعب اپنے کیے پر پچتانے لگے۔[3]

مدینہ کے اندر بنی قریظہ کا مسلمانوں کے خلاف اندرونی دشمن کے طور پر ابھرنا مسلمان مخالف محاذ کے لئے انتہائی اہمیت رکھتا تھا اس کی اہمیت کا اندازہ حیی ابن اخطب کے کعب ابن اسد پر ڈالے جانے والے دباؤ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ جس وقت بنی قریظہ نے معاہدہ توڑا اس وقت مسلمان جنگ احزاب کے لئے مدینہ سے باہر تھے جب اس کی خبر محمد ﷺ تک پہنچی تو سخت دل گرفتہ ہوئے چونکہ مسلمان اس وقت ایک سخت آزمائش سے گزر رہے تھے کہ اچانک اندرونی طور پر مشکلات کا بڑھ جانا ان کے لئے ایک تشوشناک صورتحال کی نشاندہی کر رہی تھی۔ قریش نے مختلف قبائل سے ملکر مدینے کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور مدینہ کے اندر بنی قریظہ بھی قریش کی مدد کے لئے آمادہ ہو چکے تھے۔

حضرت محمد ﷺ نے اس سخت صورتحال میں زبیر کو بنی قریظہ کی پیمان شکنی کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ زبیر نے واپسی میں انہیں بتایا کہ بنی قریظہ اپنے قلعوں کو مسلمانوں کے ساتھ ممکنہ جنگ کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے سعد ابن معاذ، سعد ابن عبادہ اور اسید ابن حضیر کو دوبارہ ان کی طرف بھیجا انہیں بتایا گیا کہ اگر خبر جھوٹی ہے تو صاف صاف بتاؤ اگر سچ ہے تو اشاروں اور کنایوں میں بتاؤ تاکہ مسلمانوں کے حوصلہ پست نہ ہو جائے۔ مسلمانوں کا یہ وفد مدینہ پہنچ کر کعب ابن اسد سے درخواست کی کہ اپنے گذشتہ معاہدے کی طرف واپس پلٹ جائے۔ مگر کعب نے انہیں صاف بتایا کہ یہ کام اب ممکن نہیں رہا ہے ۔ الفاظ کے رد و بدل میں کعب ابن اسد نے سعد کے خلاف سخت الفاظ بھی استعمال کیے۔ مسلمانوں کے وفد نے واپسی پر کنایوں میں بنی قریظہ کی پیمان شکنی کے بارے میں بتایا تو حضرت محمد ﷺ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور مسلمانوں کو قیصر و کسریٰ پر غلبہ اور کامیابی کی نوید سنادیں۔ یہ خبر بہت تیزی کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر میں پھیلنے لگی جس کی وجہ سے مسلمان خوف اور وحشت کا شکار ہوئے۔[4]

مسلمان مورخین کے مطابق بنی قریظہ نے صرف معاہدے ہی کو توڑنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس حساس صورت حال میں رات کو مدینہ پر حملہ کی تیاری بھی کرلی۔ اس کے لئے انہوں نے قریش اور بنی غطفان سے دو ہزار فوجی مانگ لئے۔ دوسری طرف حضرت محمد ﷺ نے ان کی نقل و حرکت کی اطلاع ملنے پر پانچ سو فوجیوں کو مدینہ کی طرف روانہ کیا اور انہیں تاکید کی کہ صبح تک گھروں کی حفاظت کرتے رہیں۔ نباش بن قیس دس یہودی جنگجوؤں کے ہمراہ مدینہ پر شب خون مارنے کے لئے مدینہ میں داخل ہوا، مگر بقیع کے مقام پر مسلمانوں سے ان کا آمنا سامنا ہوا جس کے بعد اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔[5] جنگ احزاب میں لشکر قریش کی عقب نشینی کے بعد

مسلمانوں نے بلافاصلہ بنی قریظہ سے حساب برابر کرنے کا فیصلہ کرلیا چونکہ دوران جنگ احزاب، کعب ابن اسد کے فیصلے نے مسلمانوں کو انتہائی سخت مشکل میں ڈال دیا تھا۔ قریش اور مسلمانوں کے درمیان جنگ شروع ہو جاتی تو مدینے کے اندر مسلمانوں کے لئے نہ ختم ہونے والے مسائل پیدا ہو سکتے تھے۔ قریش کی عقب نشینی نے نہ صرف مسلمانوں کو داخلی طور پر عدم استحکام سے محفوظ کردیا بلکہ مسلمانوں کے لئے بنی قریظہ کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے میدان بھی فراہم کردیا۔ مسلمان جنگ احزاب سے فارغ ہونے کے بعد بنی قریظہ کے محاصرے کے لئے روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچنے کے بعد ان کا محاصرہ کرلیا۔

محاصرے کی شروعات

محاصرے کے ابتدائی مرحلے کے آغاز سے ہی مسلمانوں اور یہودیوں میں تیراندازی شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ اور سخت کردیا اور ان کی طرف مسلسل تیراندازی اور سنگ باری کررہے تھے تاکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ گفتگو پر آمادہ ہو جائے تسلسل کے ساتھ تیراندازی اور محاصرے کے بعد بنی قریظہ گفتگو کے لئے آمادہ ہو گئے۔ یہودیوں کی طرف سے نباش ابن قیس حضرت محمد ﷺ کے پاس آکے کہنے لگا، جن شرائط کے تحت بنی نضیر تسلیم ہو گئے تھے انہی شرائط کے تحت ہم بھی قلعوں سے اتر کے مدینہ چھوڑنے کے لئے تیار ہیں مگر حضرت محمد ﷺ نے ان کی اس تجویز کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ بغیر کسی شرط کے تسلیم ہو جاو۔ اصل میں حضرت محمد ﷺ بنی قینقاع اور بنی نضیر کے تجربہ کی روشنی میں بنی قریظہ کو کسی صورت مدینہ سے امن کے ساتھ نکلنے کی اجازت دینے پر آمادہ نہیں تھے۔ نباش واپس جاکر حضرت محمد ﷺ سے گفتگو کے بارے میں انہیں آگاہ کیا۔

اسی دوران کعب ابن اسد نے جنگ جاری رکھنے کے لئے پھر تجاویز سامنے رکھی جن سے خود ان کی اپنی زندگی سے ناامید ہونے کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔ اس نے اپنی قوم سے خطاب کے دوران انہیں مسلمان ہونے کی تجویز دی جس کو ان کی قوم نے ردّ کردیا۔ کعب نے اپنی تقریر میں ایک اور تجویز سامنے رکھی اور کہا کہ ہم سب اپنے بچوں اور عورتوں کو مارڈالیں تاکہ سکون کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرسکیں۔ اگر ہم مارے جائیں گے تو وہ گرفتاری کی اذیت سے دوچار نہیں ہونگے۔ ان کی اس تجویز پر حیی ابن اخطب ہنسے اور کہا کہ ان بیچاروں نے کیا گناہ کیا ہے؟ دوسرے یہودی بزرگوں نے بھی ان کی اس تجویز کو ردکیا۔ کعب نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے تیسری تجویز ان کے سامنے رکھی اور کہا کہ ہمارے پاس صرف ایک ہی راستہ بچا ہے اگر اس کو بھی ردّ کروگے تو بدبختی تمہارا مقدّر رہے گی وہ یہ کہ آج ہفتہ کی رات ہے مسلمان ہمارے کسی نقل و حرکت سے بے خوف ہو جائیں گے (چونکہ یوم سبت ان کے لئے مقدس ہے) سب مل کر مسلمانوں کے خلاف شب خون مارتے ہیں۔

ان کی اس تجویز کو بھی ردّ کرتے ہوئے جواب دیا گیا کہ تم اس بات سے آگاہ ہو کہ قوم یہود پر ہفتہ کے دن کی حرمت کا پاس نہیں رکھنے کی وجہ سے کیا کیا مصیبتیں آپڑیں۔[6]

سرانجام بنی قریظہ کے یہودیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بچیں اور عورتیں یہ حالت دیکھ کر گریہ کرنے لگیں اسی اثنا تین آدمی قلعوں سے اتر کر مسلمانوں سے مل گئے۔ بنی قریظہ جب مسلمانوں کی طرف سے مسلسل محاصرے سے تنگ آ گئے تو انہوں نے حضرت محمد ﷺ سے تقاضا کیا کہ ان کے ہم پیمان اوسی، ابولبابہ بن عبدالمنذر کو ان کے پاس بھیج دیں تاکہ وہ ان سے مشورہ کر سکیں۔ ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے ابولبابہ کو ان کے پاس بھیجا گیا۔ یہودیوں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہم حضرت محمد (ﷺ) کے سامنے تسلیم ہو جائیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں تسلیم ہو جاؤ۔ اس نے ان کو یہ بات بتاتے ہوئے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا یعنی اگر تسلیم نہیں ہو جاؤ گے تو تمہاری گردنیں ماری جائیں گی۔ بلآخر بنی قریظہ محاصرے کی سختیوں سے تنگ آ کر تسلیم ہونے پر آمادہ ہو گئے۔[7]

جب بنی قریظہ قلعوں سے نیچے اتر گئے تو حضرت محمد (ﷺ) کے حکم کے تحت مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اسی دوران قبیلہ اوس کے کچھ لوگوں نے حضرت محمد (ﷺ) کے پاس آ کر تقاضا کیا کہ یہ لوگ ہمارے ہم پیمان رہے ہیں جس طرح بنی قینقاع کو آپ نے عبداللہ بن ابی کی خاطر بخش دیا ہے اسی طرح بنی قریظہ کو بھی ہماری خاطر بخش دیں۔ مگر حضرت محمد (ﷺ) کی طرف سے انہیں کوئی جواب نہیں ملا جب اوسیوں کا اصرار بڑھنے لگا تو حضرت محمد (ﷺ) کہنے لگے کہ آپ میں سے کوئی ان کے بارے میں قضاوت کرنے کے لئے آمادہ ہے؟ ان کی طرف سے مثبت جواب ملنے کے بعد قبیلہ اوس کے بزرگ سعد ابن معاز کو بنی قریظہ کے حوالے سے حکم کے طور پر چنا گیا جبکہ اس سلسلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سعد کا انتخاب خود یہودیوں نے ہی کیا تھا۔[8]

سعد ابن معاذ جنگ خندق میں زخمی ہوئے تھے اور وہ ایک خیمہ میں زیر علاج تھے۔ اوسیوں نے احترام کے ساتھ سعد کو حاضر کیا اور ان سے تقاضا کیا کہ عبداللہ بن ابی کی طرح اپنے ہم پیمان (بنی قریظہ) قبیلہ کے بارے میں نیکی سے پیش آئیں۔ سعد نے ابتدا میں ان کے اصرار کا کوئی جواب نہیں دیا مگر جب ان کا اصرار مسلسل بڑھنے لگا تو کہنے لگے کہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کھاؤں گا۔ سعد کی اس بات سے انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ بنی قریظہ کا انجام برا ہونے والا ہے۔

سعد نے ابتدا میں بنی قریظہ سے اپنی حکمیت کے بارے میں ضمانت مانگی جب انہوں نے مثبت جواب دیا تو اس وقت وہ کہنے لگے کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کر دیئے جائیں اور ان کے عورتوں اور بچوں کو اسیر کیے جائیں اس کے علاوہ ان کے مال و اسباب کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔[9] اگلے دن مسلمانوں نے خندقیں کھودے دیے اور بنی قریظہ کے مردوں کو ایک ایک کر کے اس میں قتل کر دیئے گئے۔ سعد ابن عبادہ

اور حباب ابن منذر حضرت محمد (ﷺ) کے پاس آ کر کہنے لگے اوس والے اپنے ہم پیمان ہونے کی وجہ سے اس فیصلہ سے ناخوش دکھائی دے رہے ہیں۔ سعد ابن معاذ کہنے لگے جو اس فیصلہ کو پسند نہیں کرتا ہے خدا سے بھی پسند نہیں کرتا ہے۔ اسی دوران اوس کے ایک اور بزرگ حضرت محمد (ﷺ) کے پاس آ کر کہنے لگے کہ بعض اسیروں کو اوسیوں کے حوالے کر دیں تا کہ ہم بھی اس عمل میں حصہ لے سکیں۔ حضرت محمد (ﷺ) نے مثبت جواب دیتے ہوئے ان کے اس رای سے اتفاق کر لیا۔ مورخین کے مطابق صرف ان لوگوں کو قتل کیا گیا جو حد بلوغ تک پہنچ چکے تھے۔ اس واقعے میں مردوں میں سے ایک کو نجات ملی جبکہ عورتوں میں سے ایک کو قتل کیا گیا۔ جس عورت کو قتل کیا گیا تھا اس نے محاصرے کے دوران پتھر گرا کے ایک مسلمان کو قتل کیا تھا اس مسلمان کے قصاص میں انہیں قتل کیا گیا۔[10]

واقعے پر تحلیلی نظر

بنی قریظہ کے قتل کی داستان ہم نے مسلمان سیرت نگار اور مورخین، ابن اسحاق اور واقدی سے نقل کیا ان کے بعد جتنے مورخین آئے ہیں انہوں نے بھی بغیر کسی کمی کے اس داستان کو اسی انداز میں نقل کیا ہے۔ معاصر تاریخ نگار اور محققین میں سے بعض نے بنی قریظہ کے تمام مردوں کے قتل عام کو شک کی نگاہ سے دیکھا ہے ان کا کہنا ہے کہ :

(الف) یہ عمل سیرت پیغمبر (ﷺ) سے بالکل برعکس نظر آتا ہے۔ پیغمبر ﷺ نے اپنی زندگی میں بہت سے ایسے لوگوں کو معاف کر دیا ہے جو اسلام سے دشمنی میں معروف تھے بنا بر این بنی قریظہ کے سیکڑوں مردوں کا قتل عام اور ان کی عورتوں کو اسیر بنانا ان کی سیرت سے میل نہیں کھاتا ہے۔[11]

(ب) قتل کیے گئے مردوں کی تعداد چھ سو سے آٹھ سو تک بیان کی جاتی ہے .اس کے علاوہ بنی قریظہ کی تعداد چار ہزار تک بتایا جاتا ہے بنا بر ایں بنی قریظہ کی اتنی تعداد صحیح معلوم نہیں ہوتی ہے۔

(ج) بعض مورخین کا کہنا ہے کہ قتل کئے گئے افراد حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور حضرت زبیر ابن عوام کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں جبکہ چھ سو سے نو سو کی تعداد کا ایک یا آدھے دن میں دو افراد کے ہاتھوں قتل ہونا بعید نظر آتا ہے۔اس کے علاوہ اتنی بڑی تعداد کو قتل کرنے میں جو نفسیاتی اور اعصابی اثرات انسان پر مرتب ہونے کا امکان ہے ان کو دیکھتے ہوئے ان دو کے ہاتھوں اتنی بڑی تعداد کا قتل ہونا بعید نظر آتا ہے۔[12]

(د) سورہ احزاب کی آیت چھبیس میں بنی قریظہ کے یہودیوں کے انجام کے بارے میں یوں ذکر ہوا ہے: فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا (33:26) ترجمہ: "بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کر لیا۔" قرآن کی یہ تعبیر بتا رہی ہے کہ مردوں میں سے ایک گروہ کو قتل کیا اور دوسرے گروہ کو اسیر کیا۔ اس آیت سے یہ معنی نہیں نکلتا ہے کہ بنی قریظہ میں سے مردوں کے گروہ کو قتل کیا عورتوں کے گروہ کو اسیر کیا گیا۔ چونکہ اس آیت کا

ابتدائی حصہ بنی قریظہ کے جنگجوؤں کے حوالے سے ہے لہٰذا اس آیت میں دونوں صورتوں میں فریقاً سے مراد بنی قریظہ کے جنگجو مرد مراد ہیں۔[13]

(ذ) اس حادثے کے بارے میں جو تاریخی شواہد ہیں ان میں ہمیں ہم آہنگی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ ایک گڑھا کھود کر اس کے اطراف میں ان کی گردنیں ماری گئی، کبھی کہا جاتا ہے کہ انہیں مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کے علاوہ کچھ روایات میں کہا جاتا ہے کہ صرف جنگجو مردوں کو قتل کیا گیا جبکہ کچھ اور روایات میں کہا جاتا ہے کہ تمام بالغ مردوں کو قتل کیا گیا۔[14]

(ر) قرآن میں موجود آیت ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ'' (15:17) کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ بنی قریظہ کے واقعہ میں صرف ان کے بزرگوں میں سے چند لوگوں نے دشمنی دکھائی ان چند کی غلطی کی سزا اتنی بڑی تعداد کو دینا اسلام کے احکام کے خلاف ہے۔[15]

جبکہ اس کے مقابلے میں جن محققین نے حضرت سعد ابن معاذ کے فیصلے اور یہودیوں میں سے مردوں کے قتل عام کو درست تسلیم کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ:

1. حضرت محمد ﷺ کی بنی قریظہ کے خلاف سخت ردِ عمل دکھانے کی وجہ یہ تھی کہ بنی قریظہ نے انتہائی سخت حالات میں معاہدے کو توڑ کر مدینہ میں شب خون مارنے کی تیاری کر رہے تھے اگر خدا کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو مسلمان ان حالات سے بچ نہیں پاتے ان حالات میں خیانت کرنے والوں کی سزا موت کے علاوہ کچھ نہیں۔[16]
2. پیغمبر اکرم ﷺ نے یہودیوں کے دو گروہوں کی پیمان شکنی سے چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے صرف انہیں مدینہ بدر کیا کوئی جسمانی سزا انہیں نہیں دی۔ مدینہ سے نکلنے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی نہ ختم ہونے والی سازشیں شروع ہو گئیں۔ دشمنان اسلام کو اکھٹا کر کے مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی جنگ چھیڑ دی۔ ان عظیم تجربات کو دیکھتے ہوئے ایک مدبر اور حکیم لیڈر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دوبارہ ان تجربات کو مت دہرائے جن سے پہلے وہ گزر چکا ہے۔ بنا بر ایں مسلمانوں نے انہیں قتل کیا اگر وہ انہیں قتل نہیں کرتے تو وہ اس دفعہ مسلمانوں کا خاتمہ کر سکتے تھے۔[17]
3. سعد بن معاذ کا فیصلہ اس معاہدے کے عین مطابق تھا جو بنی قریظہ کے یہودیوں نے حضرت محمد ﷺ سے کیا تھا۔ انہوں نے یہ ضمانت دی تھی کہ مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے اگر کوئی ایسا قدم

انہوں نے اٹھایا تو انہیں قتل کیا جائے گا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا جائے گا اور ان کے مال و اسباب کو اپنے قبضے میں لایا جائے گا۔ اس کے علاوہ سعد کے فیصلے کو خود بنی قریظہ نے قبول بھی کیا تھا اور ان کی حکمیت کے لئے پیشکش بھی کی تھیں۔[18]

مورخین کی جانب سے قتل عام کے رد اور قبول کے بارے میں پیش کیے جانے والے دلائل کی روشنی میں اس موضوع کو آسانی کے ساتھ ردّ یا صحیح قرار دینا ممکن نہیں ہے۔اس لئے اس موضوع کے متعلق موجود تاریخی شواہد کو مدّنظر رکھتے ہوئے دقیق تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ بنیادی صورتحال تک رسائی میں آسانی پیدا ہو۔اس سلسلے میں مورخین کے نقل کردہ تاریخی حقائق اور معاصر محققین کی باتوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔اسلامی تعلیمات کو دیکھتے ہوئے بنی قریظہ کے تمام مردوں کا قتل عام کی بات قابل بحث ہے۔ چونکہ ایسا اقدام تاریخ اسلام اور سیرت پیغمبر ﷺ میں کبھی مشاہدہ نہیں کیا گیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی عطوفت اور عفو و بخشش کی تاریخی مثالوں کو دیکھتے ہوئے اس موضوع کے حوالے سے کئی سوال ذہن میں جنم لیتے ہیں۔علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بنی قریظہ کے تمام مرد مقصر نہیں تھے۔ یہ ان کے رؤسا تھے کہ جنہوں نے پیمان شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا۔ قانوناً صرف ان مقصرین اور پیمان شکن افراد کو سزا ملنی چاہیے تھی نہ کہ تمام افراد کو۔

دوسری طرف جب ہم تورات کی سفر استثنا میں موجود احکام کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ حکم مسلمانوں نے یہودیوں کی مقدس ترین کتاب کی تعلیمات کے عین مطابق لاگو کیا تھا۔ اس کے علاوہ بنی قریظہ کے خلاف فیصلہ ان کی خواہش کے عین مطابق تھا انہوں نے سعد ابن معاذ کی حکمیت قبول کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے فیصلہ کو قبول کیا۔ اسی طرح ان تین قبائل سے طے پانے والا معاہدہ میں بھی یہ طے پایا تھا کہ اس معاہدے کی جو خلاف ورزی کرے گا ان کے مردوں کو قتل کیا جائے گا۔بنا بر ایں اس کے بارے میں مستشرقین کا مسلمانوں پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر ہم فرض کر لیں کہ مسلمانوں کے علاوہ کسی دوسری قوم کے ساتھ یہ مسلہ پیش آتا تو کیا وہ سابقہ تلخ تجربے کو دوبارہ دہراتے؟اسی لیے مسلمانوں کا یہ فیصلہ ایک رائج عقلی فیصلہ محسوس ہوتا ہے۔ ہاں البتہ اس کے جزئیات کے بارے میں بحث ہو سکتی ہے جبکہ اصلی واقعے کو رد کرنا ممکن نہیں ہے چونکہ کسی معروف مورخ نے اس واقعہ کو مکمل رد نہیں کیا ہے۔

دور حاضر میں بعض مستشرقین نے اس واقعہ کو سند بناتے ہوئے حضرت محمد ﷺ پر تنقید کی ہے جس کی وجہ سے بعض مسلمان مصنفین نے حضرت محمد ﷺ کو مستشرقین کی تنقید سے مبرا قرار دینے کے لئے خود اس واقعہ میں شک کا اظہار کیا ہے جیسا کہ روبرٹ سپینسر (Robert spencer) اس حوالے سے لکھتے ہیں:

the massacre of banu qurayzah has been understandably a source of embarrassment to Muslims. Various Muslims apologists attempted to the deny the incident altogether or to minimize the number of casualties. One Islamic scholar, W.N. Arafat published a lengthy article in 1976 arguing that the massacre never happened, chiefly for the anachronistic reason that it would have violated Islamic law. [19]

یعنی: ”بنو قریظہ کا قتل عام مسلمانوں کے لئے شرمندگی کا باعث رہا ہے۔ متعدد مسلمانوں کے ماہرین نفسیات نے اس واقعے کی مکمل طور پر تردید کرنے یا ہلاکتوں کی تعداد کو کم کرنے کی کوشش کی۔ ایک اسلامی اسکالر، ڈبلیو این۔ عرفات نے 1976 میں ایک طویل مضمون شائع کیا جس میں کہا گیا تھا کہ یہ قتل عام کبھی بھی نہیں ہوا، اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس سے اسلامی قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔“

اگر تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کیا گیا ہے۔ ہاں ان کی صحیح تعداد کے بارے میں شک و تردید ضرور موجود ہے۔ کسی بھی مورخ نے اپنی کتاب میں جنگ بنی قریظہ کے بعد بنی قریظہ کی موجودگی کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے جبکہ دوسری طرف بنی قینقاع اور بنی نضیر کے بارے میں مورخین نے کہا ہے کہ وہ شام اور خیبر کی طرف چلے گئے تھے۔[20] صرف بنی قریظہ میں سے ان لوگوں کا ذکر تاریخ میں موجود ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا اگر بنی قریظہ میں سے کسی کا وجود باقی رہتا تو ان کے محل سکونت کے بارے میں تاریخ میں ضرور ذکر ہوتا۔ ان کا ذکر نہ ہونا دلیل ہے کہ ان کے تمام مردوں کو قتل کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ سورہ احزاب کی آیت نمبر ستائیس میں اس حوالے سے ذکر ہوا ہے کہ: "خدا نے تمہیں ان کی زمینوں، گھروں اور اموال کا مالک بنا دیا اسی طرح اس زمین کا بھی جس پر پہلے کبھی قدم نہیں رکھتے تھے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد مدینہ میں ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ دوسری طرف ان کے مدینہ سے نکلنے کے بارے میں بھی کوئی تاریخی سند موجود نہیں ہے۔ اس حوالے سے ایک اہم سند بنی قریظہ سے ملنے والے غنائم کی تقسیم کی داستان ہے۔ ابن سعد اس حوالے سے لکھتے ہیں: پندرہ سو شمشیر، دو ہزار نیزے اور پندرہ سو سپر مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے۔[21] یعقوبی لکھتے ہیں: سولہ کنیزیں پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس لائی گئی تھیں جنہیں آپؐ نے بنی ہاشم کے فقیروں میں تقسیم کر دی۔[22] غنائم کی اس تعداد کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس واقعہ میں بنی قریظہ کے تمام مرد مارے گئے تھے۔

تاریخی منابع میں ایسے شواہد بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خود یہودی اس انجام کے منتظر تھے۔ انہوں نے کئی دفعہ ایک دوسرے کو خطرات سے خبردار کرتے رہیں۔ بنی قریظہ کے واقعہ سے پہلے جب حیی ابن اخطب نے کعب ابن اسد کو پیمان شکنی اور لشکر احزاب کے ساتھ تعاون کی دعوت دی تو کعب نے کہا کہ تم میری قوم کو نابود کرنا چاہتا ہو۔ قریش والے جب واپس جائیں گے تو میں اپنے گھر میں گھر والوں کے ساتھ مارا جاؤنگا۔[23] اس کے علاوہ مورخین کا کہنا ہے کہ جس عورت کو قتل کیا گیا تھا اس نے یہ کہا تھا کہ اس کے شوہر نے مسلمانوں کو قتل کرنے پر اکسایا تھا تاکہ وہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ قتل ہو کر اسیری سے بچ جائے[24]۔ گویا اس عورت کے شوہر کو یہ اندازہ تھا کہ مرد مارے جائیں گے اور عورتوں کو اسیر بنایا جائے گا۔

قتل عام کی اصل حقیقت

غزوہ بنو قریظہ میں محققین کے شکوک و شبہات کی ایک بنیادی وجہ اس واقعے میں مقتولین کی تعداد کا زیادہ نقل ہونا ہے۔ ابھی تک اس واقعہ میں مقتولین کی صحیح تعداد سامنے نہیں آئی ہے۔ جس کی بنا پر اس واقعہ کے اور بھی گوشے شک و تردد کے شکار ہوئے ہیں۔ کچھ مورخین کا کہنا ہے کہ: پیغمبر ﷺ نے انہیں بنی نجار کی ایک عورت کے گھر قید کر دیا تھا۔ اس کے بعد مدینہ کے بازار میں گڑھے کھود کے ان کو قتل کر دیا گیا۔ اس وقت ان کی تعداد چھ سو سے سات سو تک تھی۔ ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد آٹھ سو سے نو سو کے درمیان بتائی جاتی ہے۔[25] اسی طرح تاریخ کی بعض کتابوں میں یہ بات بھی نقل ہوئی ہے کہ: "جس وقت رسول خدا ﷺ کو بنی قریظہ کے خلاف کامیابی ملی تو ان میں سے چار سو مردوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے قتل کا حکم جاری کیا، خزرجیوں نے اس کام پر خوشی کے ساتھ عمل کر دیا۔ جبکہ اوسی حضرات ان کے ہم پیمان ہونے کی وجہ سے اس کام سے زیادہ خوش نہ تھے جب بنی قریظہ کے مردوں کی تعداد بارہ رہ گئی تو ان باقی ماندہ افراد کو اویسیوں کے حوالے کر دیئے گئے ان میں سے ہر یہودی اوس کے دو افراد کے ہاتھوں قتل ہوا۔"[26]

ترمذی نے مقتولین کی تعداد چار سو بتائی ہے۔[27] بیہقی نے موسیٰ ابن عقبہ سے نقل کیا ہے کہ " کہا جاتا ہے کہ بنی قریظہ کے مقتول جنگجوؤں کی تعداد چھ سو تھی اور ان کے خون احجار الزیت تک پہنچا تھا۔[28] یعقوبی اور شیخ مفیدؒ نے مقتولین کی تعداد بالترتیب سات سو پچاس اور نو سو بتائی ہے۔[29]

ابو عبید نے اپنی کتاب الاموال میں زہری سے روایت کرتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ اس دن لوگوں کی ایک تعداد ماری گئی۔[30] اس کے علاوہ اور بھی مورخین ہیں جنہوں نے ابن اسحاق سے نقل کرتے ہوئے چھ سو سے نو سو کے درمیان مقتولین کی تعداد بتائی ہے۔[31] بنا برایں جو اقوال بنی قریظہ کے مقتولین کی تعداد کے بارے نقل ہوئے ہیں ان میں سے سات سو پچاس درمیانی عدد ہے چونکہ بڑی عدد ہزار نقل ہوئی ہے جبکہ سب سے کم عدد چار سو ہے۔ اس سے بڑھ کر

یہ کہ مقتولین کی جو مختلف تعداد نقل ہوئی ہے ان میں بھی بعض دفعہ اختلافات سامنے آئے ہیں بعض نے صرف بنی قریظہ کے جنگجوؤں کو مقتولین میں سے قرار دیا ہے جبکہ کچھ اور نے بنی قریظہ کے تمام مردوں کو مقتولین میں شامل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاصر محققین کے لئے صحیح تعداد کو سامنے لانا ایک مشکل کام بن گیا ہے۔
اگر ہم کلی طور پر مورخین کے عمل کو دیکھیں تو صرف بنی قریظہ کے معاملے میں ہی یہ مسئلہ در پیش نہیں ہے بلکہ جب مورخین کسی تاریخی روداد کو نقل کرتے ہیں یا جنگ کے بارے میں لکھتے ہیں توان کے درمیان اختلاف نظر نمایاں رہتا ہے۔ بہت کم دیکھا گیا کہ مورخین کے درمیان کسی واقعہ کے حوالے سے متفاوت اقوال نقل نہ ہوئے ہوں۔ بطور نمونہ کچھ تاریخی حوادث کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن سے واضح ہوگا کہ مورخین میں اختلاف کے علاوہ کچھ مبالغہ آمیز باتیں بھی ہمیشہ جاری رہی ہیں۔ طبری نے حضرت موسیٰؑ کے دور میں طاعون کی وباء میں مارے جانے والوں کی تعداد ستر ہزار بتائی ہے۔[32] وہ بھی کئی گھنٹوں کے اندر جبکہ اسی کتاب میں ہی کمترین عدد بیس ہزار بھی نقل ہوئی ہے۔ جنگ جمل میں مارے جانے والے افراد کی تعداد تاریخ میں کچھ اس طرح آئی ہے چھ سو، سات سو، ہزار، بارہ سو، تیرہ سو۔[33]
نصر ابن مزاحم نے جنگ صفین کے حوالے سے اپنی قدیم ترین اور معتبر ترین کتاب میں مقتولین کی تعداد پینتالیس ہزار شامی اور پچیس ہزار عراقی مجموعی طور پر ستر ہزار بتائی ہے جبکہ اس کتاب میں کسی اور جگہ صرف لیلۃ الحریر کے دن اور رات کو مقتولین کی تعداد ستر ہزار بتائی ہے۔[34] ان کے بعد جتنے مورخین ہیں انہوں نے یہی ستر ہزار کی تعداد بتائی ہے۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کی کتابوں میں مبالغہ آرائی اور تناقضات بھی کثرت کے ساتھ موجود ہیں جو بھی ان منابع سے آشنائی رکھتا ہے بعض دفعہ اصل حقیقت تک پہنچنا یا کم از کم حقیقت کے نزدیک ہونا اس کے لئے ناممکن رہتا ہے۔ اس حوالے سے مسلمان مورخ ابن خلدون کی بات قابل توجہ لگتی ہے۔ وہ اپنی تاریخ کی معروف کتاب کے مقدمہ میں مورخین کی مبالغہ آرائی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"و کثیراً ما وقع للمورخین والمفسرین وأئمة النقل من المغالط فی الحکایات والوقائع لاعتمادهم فیها علی مجرد النقل او سمینا ولم یعرضوها علی أصولها ولا قاسوها بأشباهها ولا سبروها بمعیار الحکمة والوقوف علی طبائع الکائنات و تحکیم النظر والبصیرة فی الاخبار فضلوا عن الحق و تاهوا فی بیداء الوهم والغلط ولا سیما فی احصاء الاعداد من الاموال والعساکر اذا عرضت فی الحکایات اذ هی مظنة الکذب و مطیئة الهذر ولا بد من ردها الی الاصول و عرضها علی القواعد۔"[35]

یعنی: " مورخین، مفسرین اور ائمہ نقل کو حکایات و واقعات میں بہت غلطیاں محض اس لئے پیش آئیں کہ انہوں نے صرف نقل پر خواہ غلط ہو یا صحیح قناعت کرلی اور واقعات کو ان کے اصول و معیار پر کس کر نہیں دیکھا اور اشتباہ نظائر پر قیاس نہیں کیا۔ انہیں حکمت و فلسفہ کی کسوٹی پر کسا اور نہ کائنات کے طبقوں پر پرکھا اور نہ ان پر نظر بصیرت کو پہنچ بنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صحیح راہ کھو بیٹھے اور اوہام و اغلاط کے میدان میں سرگرداں بھٹکتے ہوئے رہ گئے خصوصاً اموال و افواج کی تعداد میں تو بے شمار غلطیوں کا شکار ہوئے۔"

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

وقد نجد الکافة من اهل العصر اذا افاضوا فی الحدیث عن عساکر الدول التی لعهدهم او قریباً منه وتفاوضوا فی الاخبار عن جیوش المسلمین أو النصاری احصاءِ اموال الجبایات و خراج السلطان و نفقات المترفین و بضائع الاغنیاءِ الموسرین توغلوا فی العدد[36] یعنی: "ہم اپنے زمانے کے اکثر عوام کو دیکھتے ہیں کہ جب وہ اپنے زمانے یا قریبی زمانہ کی حکومت کے لشکروں کی تعداد بیان کرتے ہیں یا مسلمانوں کی فوجوں کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں یا ٹیکس و خراج کے مال گنواتے ہیں یا مالداروں کے خرچے اور دولت مندوں کے سامان بتانے لگتے ہیں تو تعداد میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور مروجہ حدوں سے آگے پھلانگ جاتے ہیں۔"

یہ بات بھی ذہن نشین کرنے کی ہے کہ تاریخ میں ہمیشہ سے تعداد اور ارقام کے نقل کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام لینے کے پیچھے مختلف قسم کے اہداف کار فرما رہے ہیں۔ بنی قریظہ کے مقتولین کے بارے میں اب تک جتنے اقوال نقل ہوئے ہیں ان کی روشنی میں اور تاریخ کے اندر پائے جانے والے تناقضات اور مبالغہ آرائی کو دیکھتے ہوئے اس واقعہ کے مقتولین کی اصل تعداد معلوم کرنا بہت مشکل دکھائی دیتا ہے۔ اس کے باوجود کچھ تاریخی قرائن کی روشنی میں مقتولین کی تعداد کے بارے میں کچھ احتمالات بیان کئے جاسکتے ہیں:

(الف) تاریخی منابع میں بنی قریظہ کے مقتولین کی جو تعداد بیان ہوئی ہے وہ ممکنہ طور پر بنی قریظہ کے ان تمام افراد کی ہو سکتی ہے جو قلعوں سے نیچے آئے تھے پھر ان میں سے مردوں کو قتل کیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا گیا۔ تاریخ کے ابتدائی منابع میں یوں بیان ہوا ہے کہ جب وہ قلعوں سے نیچے آئے تو سعد نے ان کے بارے میں فیصلہ دے دیا اس احتمال کی رو سے مقتولین کی تعداد امکانی طور پر ایک سو بیس سے ایک سو پچاس تک بیان کی جاسکتی ہے چونکہ نقل شدہ اقوال میں سے درمیانی تعداد سات سو پچاس تھی اگر ہم ہر گھر میں پانچ یا چھ افراد فرض کرلیں تو بالغ افراد کی تعداد کے بارے میں امکانی طور پر ایک سو بیس سے پانچ سو تک اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(ب)　واقدی نے بنی قریظہ کے اسیر بچوں اور عورتوں کی تعداد ہزار بتائی ہے۔[37] ان کی اس تعداد کو دیکھتے ہوئے امکانی طور پر یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ بنی قریظہ کی آبادی بارہ سو افراد پر مشتمل تھی چونکہ اگر بچوں اور عورتوں کی کل تعداد ہزار تھی تو امکانی طور پر ان میں ۱۵۰ سے ۲۰۰ کے قریب بالغ افراد ہوں گے اور یہی بالغ افراد امکانی طور پر مقتولین میں سے قرار دیا جاسکتا ہے چونکہ بنی قریظہ کے واقعہ میں بالغ مردوں کو قتل کیا گیا ہے۔

ان احتمالات اور مفروضوں کی تائید میں کچھ تاریخی قرائن بھی موجود ہیں۔ یعقوبی نے ان کی تعداد سات سو بتائی ہے۔[38] بعض محققین نے کچھ شواہد کی بنا پر یعقوبی کی نظر کو درست قرار دیا ہے۔[39] اگر ہم مسلمانوں کی تعداد بنی قریظہ کے واقعہ میں سات سو قرار دیں تو اس صورت میں یہ بات ممکن نہیں ہوگی کہ بنی قریظہ کی تعداد بھی مسلمانوں کے برابر ہو۔ اگر مسلمانوں کی تعداد تین ہزار بھی فرض کرلیں تو پھر بھی کوئی مقایسہ نہیں بنتا ہے چونکہ بنی قریظہ یہودیوں کے متعدد قبیلوں میں سے ایک تھا۔ مقتولین کی تعداد کا مسلمانوں کی تعداد کے برابر ہونا ایک ناممکن بات ہے۔ ابن ابی الحدید معتزلی اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں: مدینہ میں یہودیوں کے تینوں قبیلوں کے افراد کی تعداد بہت کم تھی۔[40]

یہ بات بھی اس حوالے سے قابل توجہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ بنی قینقاع کی تعداد اتنی کم تھی کہ مدینہ سے کوچ کرنے کے بعد بہت جلد ان کی نسل کا خاتمہ ہوا اور تاریخ میں کہیں بھی مدینہ سے کوچ کرنے کے بعد ان کا کئ تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ بنا برایں بنی قریظہ کی تعداد بغیر کسی دلیل کے چار اور پانچ ہزار قرار دینا مبالغہ آرائی سے کام لینے کے مترادف ہے۔ جبکہ اس زمانے میں مدینہ کی پوری آبادی کے بارے میں پندرہ ہزار کا تخمینہ لگایا جاتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہودیوں کے متعدد قبیلوں میں سے صرف ایک قبیلے کی تعداد اتنی حد تک پہنچ چکی ہو۔ چونکہ مورخین یہ بھی اپنی تاریخی منابع میں لکھتے ہیں کہ بنی قریظہ کے مردوں کو گرفتار کرکے مدینہ کی ایک عورت کے گھر قید کیے گئے اس وقت کی معاشرتی صورتحال کو دیکھتے ہوئے کیا یہ ممکن ہے کہ ہے کہ چھ سو سے نو سو افراد کو ایک ہی گھر میں قید کیا جائے اسی لیے ہم یہ کہنے پہ مجبور ہیں کہ یا ایک عورت کے گھر اتنی بڑی تعداد کو قید کرنے کی بات غلط ہے یا چھ سو سے نو سو کی تعداد کے نقل میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے۔

نتیجہ

مذکورہ قرائن و شواہد سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ بنی قریظہ کے مقتولین کی تعداد نقل کردہ تعداد سے کہیں کم تھیں اور ہم نے جو احتمالات بیان کیا ان کی روشنی میں اور بعض تاریخی شواہد کی روشنی میں امکانی طور پر ایک سو بیس سے ڈیڑھ سو کے قریب بنی قریظہ کے مقتولین کی تعداد بیان کی جاسکتی ہے۔ بنی قریظہ کے واقعہ میں یہودیوں کے بالغ افراد کا قتل ہونا بہر حال ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اس کو نہ رد کیا جاسکتا ہے اور نہ جھٹلایا جاسکتا ہے۔ جو

چیز یقینی شکل و صورت کے ساتھ ہمارے سامنے نہیں آتی ہے وہ مقتولین کی اصل تعداد ہے چونکہ تمام قدیم اور متاخر مورخین کے درمیان ایک رائی نہیں ہے۔ بنا بر ایں مدینہ کی اجتماعی صورت حال اور تاریخی منابع میں موجود بعض قرائن کی بناپر یہ بات تقریباً ثابت ہو جاتی ہے کہ مورخین نے اپنی سابقہ روش کو برقرار رکھتے ہوئے اس واقعہ میں بھی مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے اس لئے مقتولین کی اصل تعداد کو امکانی صورت میں ہی بیان کیاجاسکتا ہے یقینی صورت میں بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

*****

References

1. Ibn-e-Hisham, Abdul Malik ibn-e-Hisham, *Alseerat-ul-Nabavia*, vol.2, beirut, darul marifah, nd.), 202.

ابن ہشام، عبدالملک ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج2 (بیروت، دارالمعرفہ، سن ندارد)، 202۔

2. John Noss, *Tarikh Jaam-e- Adyaan*, translations Ali Asghar Hikmat (Tehran, Intisharaat Elmi va Farhangi.1392AD), 467.

جان ناس، تاریخ جامع ادیان، ترجمہ علی اصغر حکمت (تہران، انتشارات علمی و فرہنگی، 1392)، 467۔

3. Muhammad bin Umer, Alvaqidi, *Almaghazi*. vol. 1(Baghdad: Darul Islam, 1412AH), 454, 456.

محمد بن عمر، الواقدی، المغازی، ج۱، (بغداد: دارالاسلام، 1412ھ)، 454و456۔

4.Ibn-e-Hisham, *Alseera-tul- Nabavia*, vol.2, 221,222.

ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج2، 221، 222۔

5. Alvaaqidi, *Almaghazi*, vol.1, 461, 463.

الواقدی، المغازی، ج1، 461-463۔

6. Ibn-e-Hisham, *Alseera-tul-Nabavia*, vol.2, 233.

ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج2، 233۔

7. Alvaaqidi, *Almaghazi*, vol.1, 233.

الواقدی، المغازی، ج1، 499۔

8. Alshaikh-ul-Mufeed, Muhammad ibn Numan, *Al-Irshad fi Hujajul lah alal Ibaad*,vo.1(Beirut: Muasisa aal-ul-Bait,1412AH), 114.

الشیخ المفید، محمد ابن محمد نعمان، الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ج1 (بیروت، موسسہ آل البیت، 1412ھ)، 114۔

9.Ibn-e-saad, Muhammad ibn-e-Saad Zuhri, *Alvabqaa-tul-Kubra*, vol. 2, (Beirut: Darul Kutob al Elmia, 1418AH), 57.

ابن سعد، محمد ابن سعد زھری، *الطبقات الکبری*، ج2 (بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1418ھ)، 57۔

10 .Tabri, Muhammad ibn Jurair, *Tarikh Alumam val Mulook*, vol. 2,(Beirut: muasisa al-aalami lilmatbuaat, 1409AH), 249.

محمد ابن جریر، طبری، تاریخ الامم والملوک، ج2 (بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات،1409ھ)، 249۔

11. Jafarian, Rasool, *Tarikh Tahlili-e- Islam* (Qom: Markaz Nashre Hadi, 1377AD), 569.

جعفریان، رسول، *تاریخ سیاسی اسلام* (قم، دفتر نشر ھادی،1377)، 569 ۔

12. Muhammad Jawad, Mughnia, *Israilyatul Quran* (Beirut: Darul Jawad, 1404AH), 211.

محمد جواد، مغنیہ، *اسرائیلیات القرآن* (بیروت، دار الجواد،1404)، 211۔

13.Barakat, Ahmad. *Muhammad wa al Yahood Nazraton Jadidah (*Egypt: Darul Emaan lil Kotobil Islamia.1996), 130.

برکات، احمد، *محمد والیہود نظرۃ جدیدۃ* (مصر، دار الایمان للکتب الاسلامیہ، 1996)، 130۔

14. Saleh, Ahmad al Ali, *Aldaulah fi ahdi Alrasool*,vol. 1 (Baghdad: Almajma Alelmi Aliraqi, 1998), 198.

صالح، احمد العلی، *الدولہ فی عھد الرسول*، ج1 (بغداد، المجمع العلمی العراقی،1998)،198۔

15. Shaheedi, Syed Jafar, *Tarikh Tahlili-e- Islam* (Tehran: Markaz-e-Nashr-e-Danishgahi, 1410AH), 178.

شھیدی، سید جعفر، *تاریخ تحلیلی اسلام* (تہران، مرکز نشر دانشگاہی، 1410ھ)، 178۔

16. Mustafa Husaini, Tabatabai, *Khayanat dar Guzarish Tarikh* (Tehran: Intisharaat Chapbakhsh, 1368AD), 120.

مصطفیٰ حسینی، طباطبائی، *خیانت در گزارش تاریخ* (تہران، انتشارات چاپخش، 1368)،120۔

17. Ghulam Husain Zargari Najad, *Tarikh Sadre Islam* (Tehran: Semat, 1377AD), 461.

غلام حسین، زرگری نژاد، *تاریخ صدر اسلام* (تہران، سمت،1377)،461۔

18. Ali Fazlul Lah, Alhasani, *Sira Tul Rasool va Khulafao*, vol.3 (Beirut: Dar-ul-Islamia, 1413AH), 361.

علی فضل اللہ، الحسنی، *سیرۃ الرسول وخلفائہ*، ج3(بیروت، دارالاسلامیہ، 1413ھ)، 361۔

19 Robert Spencer, *The Truth About Muhammad* (Washington: Regnery Publishing, 2007), 125.

20. Ibn-e-Hisham, *Alseera-tul-Nabavia*,vol. 2, 192.

ابن ہشام، *السیرۃ النبویہ*، ج2، 192۔

21 . Ibn-e-Saad, *Altabqaa-tul-Kubra*, vol. 2, 57.

ابن سعد، *الطبقات الکبریٰ*، ج2، 57۔

22 . Al-yaqoobi, Ahmad ibn-e-abi Ahmad, *Tarikh-e-Yaqobi*, vol. 1 (Beirut: Musisa Alalami lil Matbo aat, 1413AH), 371.

احمد ابن ابی یعقوب، الیعقوبی، *تاریخ الیعقوبی*، ج1، (بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، 1413ھ)، 371۔

23 . Alvaqidi, *Almaghazi*, vol. 1, 456.

الواقدی، *المغازی*، ج1، 456۔

24 . Ibid. 517.

ایضاً، 517۔

25 . Ibn-e-Hisham, *Alseera-tul-Nabavia*, 241.

ابن ہشام، *السیرۃ النبویہ*، 241۔

26 . Ibid. vol. 2, 59.

ایضا، ج2، 59۔

27. Muhammad b Esaa, Tirmizi, Al-jaamiul Kabir, vol. 3 (Beirut: Darul Maghrib Alislami, 1999), 239.

محمد بن عیسی، ترمذی، *الجامع الکبیر*، ج3 (بیروت، دارالغرب الاسلامی، 1999)، 239۔

28 . Ahmad b Hussain, Behaqi, *Dalailul Nabavia*, vol.4 (Beirut: Darul Kutob Al-elmia, 1405AH), 20.

احمد بن حسین، بیہقی، دلائل النبوۃ، ج4 (بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1405ھ)، 20۔

29 . Shaikh Mufeed, *al-Irshad fi Marifati Hujajil la Halal Ibad*, vol. 1, 111.

شیخ مفید، الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ج1، 111۔

30. Qasim b Salam. Abu Ubaid, *Alamvaal* (Beirut: Darul Kutob Alislamia, 1410AH), 163.

قاسم بن سلام، ابو عبید، *الاموال* (بیروت، دارالکتب الاسلامیہ، 1410ھ)، 163۔

31 Ali ibn Ahmad Alundolosi, Ibn-e- Hazm, *Jawami-ul-Siratil Nabavia* (Beirut: Dar ibn Kaseer, nd.), 155.

علی ابن احمد الاندلسی، ابن حزم، *جوامع السیرۃ النبویہ* (بیروت، دار ابن کثیر، سن ندارد)، 155۔

32. Tabri, *Tarikh ul Umam val Molok*, vol. 1.

طبری، *تاریخ الامم والملوک*، ج1، 309۔

33. Ibid. vol.3,543.

ایضاً، ج3، 543۔

34. Nasr ibn Mazahim Alminqari, *Waqato Siifin* (Alqahira: Almuasisa tul Alarabia, 1382AD), 474, 558.

نصر ابن مزاحم المنقری، وقعۃ صفین (القاہرہ، الموسسۃ العربیہ، 1382ھ)، 474، 558۔

35. Abdul Rahman ibn Muhammad, Ibn Khuldon, *Tarikh ibn Khuldon*, vol.1 (Beirut: Darul Fikr ,nd.), 13.

عبد الرحمٰن ابن محمد، ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج1 (بیروت، دار الفکر، سن ندارد)، 13۔

36. Ibn Khuldon, *Tarikh ibn Khuldon*, 15.

ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، 15۔

37. Alvaqidi, *Almaghazi*, vol.1, 523.

الواقدی، المغازی، ج1، 523۔

38. Ibn Saad, *Tabqat Alkubra*, vol.2, 51, 57.

ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج2، 51، 57۔

39. Yaqobi, *Tarikh Yaqobi*, vol.1, 369.

یعقوبی، تاریخ الیعقوبی، ج1، 369.

40. Syed Jafar Murtaza, Al-aamili, Alsahih min Sirato Rasool al Azam (PBUH), vol. 9 (Beirut: Darul Sirah, nd.), 181.

سید جعفر مرتضی، العاملی، الصحیح من سیرۃ رسول الاعظم (ص)، ج9 (بیروت، دار السیرۃ، سن ندارد)، 181۔